صوم

(روزه)

تحریر و تحقیق:
محمد أمین اکبر

’’ اے لوگو جو ایمان لائے ہو لکھا گیا او پر تمہارے روزہ جیسا لکھا گیا تھا او پر ان لوگوں کے جو پہلے تم سے تھے تو کہ تم پرہیز گاری کرو‘‘(183:2)

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ مسلمانوں پر روزہ کوئی پہلی دفعہ فرض نہیں ہوا تھا اس سے پہلے بھی روزہ پچھلی امتوں پر فرض ہوا تھا۔ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کے روزے کو مسلمانوں پر بحال رکھا ہے۔ روزے کی فرضیت کا مقصد پرہیز گاری ہے۔ اب اگر کوئی روزہ بھی رکھتا ہو اور پرہیز گاری نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے اور ریاکاری کرتا ہے۔

’’روزے دن گنتی کے پس جو کوئی ہو تم میں سے مریض یا او پر سفر کے پس گنتی ہے دنوں اور سے اور اُوپر ان لوگوں کے کہ طاقت رکھتے ہیں اس کی بدلا ہے کھانا ایک فقیر کا پس جو کوئی کرے زیادہ نیکی پس وہ بہتر ہے واسطے اسکے اور یہ کہ روزہ رکھو تم بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے‘‘(184:2)

روزے کن لوگوں پر فرض ہیں؟

روزے مقیم پر فرض ہیں یعنی جو اپنے شہر میں مقیم ہو۔ صحت مند افراد پر بھی روزے فرض ہیں۔ صحت مند وہ ہے جو بیمار نہیں۔ روزے کی وجہ سے کسی طبی عارضے میں مبتلا نہ ہو سکے۔ بھوک کو برداشت کر سکے۔ بھوک سے بے ہوش ہونے والا نہ ہو۔

روزے کن لوگوں پر فرض نہیں ہیں؟

مسافر

مسافر پر رمضان میں روزے فرض نہیں ہیں۔ اس بات کا فیصلہ مسافر خود کرے گا کہ وہ کتنے سفر کو روزے کے ساتھ برداشت کرسکتا ہے اور کتنے سفر کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اب ایک شخص سارے سال صبح تیس کلومیٹر سفر کر کے کام پر جاتا ہے اور شام کو واپس اپنے گھر آجاتا ہے تو میرا خیال یہ ہے وہ مسافر نہیں ہوگا ہاں بین الاضلاعی، بین صوبائی یا بین الاقوامی سفر آج بھی بعض لوگوں کے لیے کافی مشکل ہوتے ہیں ایسے حالات میں ان کو چھوٹ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں بلکہ اس کی گنتی دوسرے دنوں میں پوری کریں۔

بیمار

بیمار پر بھی رمضان میں روزہ فرض نہیں۔ یہ بیمار کون ہوتا ہے؟ بیمار ہوتا ہے Not in full health یعنی جس کی صحت مکمل نہ ہو۔ یہاں بیمار سے مراد وہ شخص ہے جو کسی بھی جسمانی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے اگر رکھے گا تو روزے کی وجہ سے اس کی صحت خراب ہوجانے کا اندیشہ ہو۔ ایسے لوگ جو بمشکل روزہ رکھ سکیں یعنی یہ کہ اگر روزہ رکھیں گے تو کسی طبی عارضے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، بے ہوش ہونے کا اندیشہ ہو، بہت زیادہ عمر رسیدہ افراد، وہ افراد جو بظاہر تو صحت مند ہو مگر اپنی صحت بحال رکھنے کے لیے ادویات کھاتے ہو نہ کھانے کی صورت میں بیمار ہونے کا اندیشہ ہو، بمشکل یعنی اپنی جان کو جوکھم میں ڈال کر روزہ پورا کریں۔ ان پر بیمار والے احکام لاگو ہونگے

یُطِیقُونَہ

یُطِیقُونَہ یعنی طاقت ہونے سے متعلق مختلف مترجمین نے مختلف ترجمہ کیا ہے کسی نے کہا ہے کہ اگر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہو مگر نہیں رکھتے تو ایک مسکین کو ایک روزہ کے حساب سے کھانا کھلاؤ۔ کچھ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ایسے افراد ہیں جو بمشکل روزہ رکھ سکے وہ روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ مگر میری ادنیٰ رائے میں جو کہ مکمل طور پر غلط بھی ہو سکتی ہے کہ اس طاقت کو روزے کے رکھ سکنے یا بمشکل رکھ سکنے سے غلط مشروط کیا جا رہا ہے۔ یہاں طاقت کا تعلق مسکین کو کھانا کھلانے کی معاشی طاقت سے ہے نہ کہ روزہ رکھنے کی طاقت سے یا بمشکل روزہ رکھنے سے۔ بیمار پر روزے ویسے معاف ہے جب تک کہ وہ بیمار رہو۔ جو بمشکل روزہ رکھ سکے وہ صحت مند تو نہیں ہو گا۔ جو مسکین کو کھانا کھلانے کی طاقت نہ رکھے اس پر کوئی کفارہ نہیں لیکن اگر کوئی زیادہ امیر ہے تو اسے کہا جا رہا ہے کہ بے شک وہ زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اور زیادہ نیکی کرے۔

مزید یہ کہ اگر اس آیت میں طاقت رکھنے سے مراد بمشکل روزہ رکھنے والے لیے جائیں کہ جو بمشکل روزہ رکھ سکیں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں تو ایسی صورت میں جو مسکین بمشکل روزہ رکھ سکے گا اس کے لیے کیا حکم ہوگا؟ اگر یہاں طاقت سے کا مطلب بمشکل روزہ رکھنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آیت کے آخر میں کیوں کہا جا رہا ہے کہ روزہ رکھنا بہتر ہے کیا اللہ تعالیٰ بمشکل روزہ رکھنے والوں کی جان کو مشکل میں ڈالنے والا مشورہ دے رہا ہے؟ (نعوذ باللہ) بالکل نہیں کیونکہ اگلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ارادہ کرتا ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا اور نہیں ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے دشواری کو"۔ آسانی یہ کہ فدیہ یا کفارہ کا حکم نازل کر دیا۔ بمشکل روزہ رکھنے والا بیمار تصور ہو گا جو اور دنوں میں اگر ٹھیک ہو گیا تو روزہ رکھے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا جیسا کہ عمر رسیدہ حضرات تو وہ بیمار میں ہی آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیمار لوگوں پر کوئی تنگی نہیں۔ یہاں طاقت رکھنے سے مراد کفارے یا فدیے

کی طاقت ہے نہ کہ بمشکل روزہ رکھنے والے۔

سورۃ البقرہ کی آیت 184 میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی مریض ہو یا سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بلکہ جتنے روزے رہ جائیں اتنے اور دنوں میں رکھ لے۔ آگے لکھا ہے کہ اُوپر ان لوگوں کے جو مسکینوں کو کھانا کھلانے کی معاشی طاقت رکھتے ہیں یعنی جو بیمار اور مسافر مجبوری کی وجہ سے چھوٹ جانے والا روزہ اور دنوں میں نہ رکھ سکے تو ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے نصیحت بھی کر دی ہے کہ روزہ چھوٹنے کے بدلے روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک جگہ اور مخصوص شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دینے کے ساتھ ہی یہ مشورہ دیا ہے کہ شادی صرف ایک کرنا چاہیے یعنی ''پس ایک ہے''۔ اگر کوئی مسکین جو کسی دوسرے کو کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا وہ مجبور ہو اور روزہ چھوٹ جائے تو وہ اگر روزہ نہ رکھنا چاہے تو نہ رکھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ تم روزہ رکھو یہ روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

اس آیت کو اس طرح بھی سمجھیں کہ رمضان کا مہینہ ہے اور کوئی بیمار ہے یا سفر پر ہے اس کو روزوں کی گنتی بعد میں پوری کرنی ہے۔ ''روزے دن گنتی کے پس جو کوئی ہو تم میں سے مریض یا اوپر سفر کے پس گنتی ہے دنوں اور سے'' یہاں تک آیت ماہ رمضان سے متعلق ہے۔ اب ماہ رمضان ختم ہو جاتا ہے مگر جس شخص نے مجبوری کی وجہ سے روزے چھوڑے تھے (صرف مجبوری کی وجہ سے) اور اس میں اتنی معاشی طاقت ہے کہ وہ ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا سکے تو وہ روزے نہ رکھے مسکینوں کو کھانا کھلا دے اگر اپنی خوشی سے اگر کھلا سکتا ہے تو ایک سے زیادہ مسکینوں کو کھلائے یا اور نیکی کرے۔ ''اور اُوپر ان لوگوں کے کہ طاقت رکھتے ہیں اس کی بدلا ہے کھانا ایک فقیر کا پس جو کوئی کرے زیادہ نیکی پس وہ بہتر ہے واسطے اسکے''

مگراس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ یہ بھی فرمارہا ہے کہ روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔''
اور یہ کہ روزہ رکھو تم بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے''

''مہینہ رمضان کا وہ جو اتارا گیا ہے بیچ اس کے قرآن مجید ہدایت واسطے لوگوں کے اور دلیلیں ہدایت کی سے اور معجزے پس جو کوئی حاضر ہو تم میں سے اس مہینے میں پس چاہیے کہ روزہ رکھے اس کو اور جو کوئی بیمار ہو یا اُوپر سفر کے پس گنتی ہے دنوں اور سے ارادہ کرتا ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا اور نہیں ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے دشواری کو اور تو کہ پورا کرو گنتی کو اور تو کہ بڑائی کرو اللہ کی اوپر اس کے کہ ہدایت کیا تم کو اور تو کہ تم شکر کرو''(185:2)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ اور دنوں میں روزوں کے پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیماروں اور مسافروں کے لیے آسانی ہے۔ آسانی یہ کہ اگر روزے گرمیوں کے ہیں تو ان کو سردیوں میں رکھ لیا جائے۔ اب اگر جو کوئی سردی گرمی ہی بیمار رہتا ہو اور روزہ نہ رکھ سے تو وہ خود بخود اس حکم سے مستثنیٰ ہو گیا۔ وہ اگر چاہے تو ضرورت مندوں کو کھانا کھلا دے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی ہے۔
اب جیسے مسافر کو سفر میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے ویسے ہی معاشرے میں کچھ اور لوگ ہیں جن کو محنت مشقت کے کام کرنا پڑتے ہیں جیسے مزدور اور دیگر محنت کش وغیرہ میرے خیال کے مطابق ان پر بھی یہی حکم لاگو ہوگا کہ جب بھی جس دن بھی مشقت سے فارغ ہو روزوں کی گنتی پوری کریں۔ اگر گنتی پوری کرنے کے لیے روزہ نہیں رکھ سکتے تو روزوں کے حساب سے مسکینوں (ضرورت مندوں) کو کھانا کھلائے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ روزے پورے کرے۔

''حلال کی گئی واسطے تمہارے رات روزے کی رغبت کرنا طرف بی بیوں اپنی کے وہ پردہ ہیں واسطے

تمہارے اور تم پردہ ہو واسطے ان کے جانا اللہ نے یہ کہ تم تھے خیانت کرتے جانوں اپنی کو پس پھر آیا اوپر تمہارے اور معاف کیا تم سے پس اب ملا کرو اُن سے اور ڈھونڈو جو لکھ دیا ہے اللہ نے واسطے تمہارے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو واسطے تمہارے تاگا سفید تاگے کالے سے فجر سے پھر پورا کرو روزے کو رات تلک اور مت ملو اُن سے اور تم اعتکاف کرنے والے ہو بیچ مسجدوں کے یہ ہیں حدیں اللہ کی پس مت نزدیک جاؤ ان کے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ نشانیاں اپنی واسطے لوگوں کے تو کہ وہ بچیں" (187:2)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پچھلی امتوں پر روزے کے دوران بیویوں کے پاس جانا حرام تھا جسے اللہ تعالیٰ اس آیت سے حلال کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس آیت میں روزے کے اوقات لکھے ہیں۔ اختتام سحری تک ہی کھانا کھا کر روزہ رکھا جائے پھر اسے افطار تک پورا کیا جائے۔

حضرت مریم علیہ السلام کا روزہ

آج کل کچھ حلقوں میں سورۃ مریم کی آیت 26 کے الفاظ "کھاؤ اور پیو" کے حوالے سے یہ غلط فہمی پیدا کی جارہی ہے کہ چونکہ حضرت مریم علیہ السلام کو روزے کی حالت میں کھانے پینے کی اجازت تھی اس لیے شریعت محمدی میں مسلمان جو روایتی روزہ رکھ رہے ہیں وہ غلط ہے روزے میں کھانے پینے کی اجازت ہے۔ ایسا کہنے والے اپنی ذہنی کج روی کی وجہ سے خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں مگر اپنے ساتھ نہ جانے کتنے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سورۃ البقرہ کی یہ آیت کیوں نظر نہیں آتی

"اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو واسطے تمہارے تاگا سفید تاگے کالے سے فجر سے پھر پورا کرو روزے کو رات تلک" (187:2)

اس آیت میں صاف لکھا ہوا ہے کہ سحری کے اختتام تک ہی کھانا ہے۔ اسکے بعد روزہ ہو گا جسے رات

تک پورا کرنا ہے۔ اس آیت ہوتے ہوئے ایسا سوال کہ موجودہ روزوں پر غور فکر کیا جائے ذہنی کجی کی ہی نشانی ہے۔

اس سب کے باوجود آیئے ہم بھی ذرا سورۃ المریم کی آیت 26 کو دیکھ لیتے ہیں۔

''پس کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ آنکھوں کو پس اگر دیکھے تو آدمیوں میں سے کسی کو پس کہہ تحقیق میں نے نذر کیا ہے واسطے باری تعالیٰ کے روزہ پس ہرگز نہ بولوں گی میں آج کے دن کسی آدمی سے''(26:19)

اس آیت کے حوالے سے گمراہی یہ پھیلائی جا رہی ہے کہ چونکہ اشارت سے بات نہیں ہوسکتی اس کے لیے بولنا ضروری ہے اس لیے حضرت مریم علیہ السلام کا روزہ کھانے پینے کا تھا اور انہوں نے کلام زبان سے کیا تھا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک تدبیر بتا رہا ہے کہ اگر کوئی پوچھے تو صرف بتا دینا کہ میں نے اپنے پروردگار کے لیے نذر کا روزہ رکھا ہے اس لیے کسی مرد سے نہ بولوں گی۔ اس میں صاف بتا دیا ہے کہ اس ایک مخصوص روزے میں کیا کام نہیں کرنا۔ اس آیت کی مخاطب صرف حضرت مریم علیہ السلام تھیں اور اس حکم کا اطلاق صرف ان پر ہی ہوگا۔ یاد رہے حضرت مریم علیہ السلام کو کوئی شریعت نہیں دی تھی وہ شریعت موسوی کی پیروکار تھی۔ شریعت موسوی میں روزے کے دوران کھانا پینا منع تھا۔ اس لیے اس آیت سے پتہ چلا کہ یہ حکم خاص حضرت مریم علیہ السلام کے لیے ہی تھا۔ قرآن کریم میں تمام مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ کھاؤ اور پیو فجر تک یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ حضرت مریم علیہ السلام سے کی گئی بات کی مخاطب صرف حضرت مریم علیہ السلام تھیں صرف ان کو مخاطب کیا گیا تھا کہ کیا نہیں کرنا۔ اب اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بعد کیا حضرت مریم علیہ السلام کسی مرد سے بولی؟ نہیں بولی بلکہ اشارت سے ہی اپنی باتیں سمجھائیں۔ اس کا ثبوت اس آیت سے بھی ملتا ہے کہ

''پس اشارت کی طرف اس کی کہا انہوں نے کیونکر کلام کریں ہم اس شخص سے کہ ہے بیچ گود کے لڑکا

(29:19)"

اس آیت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام کے اشارہ سے ہی وہ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت مریم علیہ السلام کیا کہنا چاہ رہی تھیں ورنہ اصل میں یہ بات اتنی بعید از قیاس تھی کہ ایک شیر خوار بچہ بول سکتا۔ حضرت مریم علیہ السلام نے یہ اشارہ کیوں کیا تھا؟ کیا ان کونہیں معلوم تھا کہ میں ایک شیر خوار بچے کی طرف اشارہ کررہی ہوں اور بچے بولا نہیں کرتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام کومعلوم تھا کہ جیسے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں ویسے ہی فرشتے کی بشارت کے مطابق یہ بچہ گود میں ہی باتیں کرے گا۔ اسی لیے صرف بچے کی طرف اشارہ کردیا کہ اس سے پوچھ لیں۔

"اور باتیں کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ اور صالحوں سے ہے" (46:3)

اگر ہم قرآن کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس دور میں حضرت مریم علیہ السلام کا اشارت میں بات سمجھانا کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام جو کہ حضرت مریم علیہ السلام کے سر پرست بھی تھے کے ساتھ ایسا ہو چکا تھا۔

"کہا اے پروردگار مقرر کر واسطے میرے نشانی کہا نشانی تیری یہ ہے کہ نہ بول سکے لوگوں سے تین دن مگر اشارت سے اور یاد کر رب اپنے کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح کو" (41:3)

اس آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام کو کہا جا رہا ہے کہ اشارت سے لوگوں سے بات کرو اور اپنے رب کی تسبیح صبح اور شام کرو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اشارے سے ہی بات کریں گے۔

''پس نکلا اوپر قوم اپنی کے محراب سے پس اشارت کی طرف ان کی یہ کہ تسبیح کرو صبح کو اور شام کو''
(11:19)

اس آیت کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام نے اشارت سے لوگوں سے بات کی اور لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ وہ بھی صبح اور شام تسبیح کریں۔ کیا اب یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی بول کر بات کی ہوگی؟

روزہ: شریعت موسوی اور عیسوی میں

اگر ہم انجیل کا مطالعہ کریں تو ہمیں صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ روزے کے دوران کھانے پینے سے انجیل میں بھی منع کیا گیا ہے۔

''متی: باب 16:6۔ اور جب تُم روزہ رکھو تو رِیاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ 17۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور مُنہ دھو۔ 18۔ تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشِیدگی میں ہے تُجھے روزہ دار جانے۔ اِس صورت میں تیرا باپ جو پوشِیدگی میں دیکھتا ہے تُجھے بدلہ دے گا۔''

ان آیات کے مطابق اگر ان کو کھانے پینے کی اجازت ہوتی تو وہ اداس کیوں ہوتے۔ کس چیز کی پابندی کی وجہ سے اپنا منہ بناتے؟۔ ان پر بھی کھانے پینے کی پابندی تھی۔ مزید آیات دیکھتے ہیں اس سے متعلق۔

''لوقا: باب 33:5۔ اور اُنہوں نے اُس سے کہا کہ یُوحنّا کے شاگرد اکثر روزہ رکھتے اور دُعائیں کِیا کرتے ہیں اور اِسی طرح فریسیوں کے بھی مگر تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں۔ 34۔ یِسُوع نے اُن سے کہا کیا تُم براتیوں سے جب تک کے دُلہا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھوا سکتے ہو؟۔ 35۔ مگر وہ

دِن آئیں گے اور جب دُلہا اُن سے جُدا کِیا جائے گا تب اُن دِنوں میں وہ **روزہ رکھیں گے**۔"

مطلب جو کھاتے پیتے تھے اُن کا روزہ نہیں تھا وہ بعد میں روزہ رکھیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے اگر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی روزے کے دوران کھانے پینے کی ممانعت تھی۔

"۲۔سموئیل:باب 16:12۔ اِس لِئے داؤد نے اُس لڑکے کی خاطِر خُدا سے مِنّت کی اور **داؤد نے روزہ رکھا** اور اندر جا کر ساری رات زمین پر پڑا رہا۔ 17۔ اور اُس کے گھرانے کے بزرگ اُٹھ کر اُس کے پاس آئے کہ اُسے زمین پر سے اُٹھائیں پر وہ نہ اُٹھا اور **نہ اُس نے اُن کے ساتھ کھانا کھایا**۔ 18۔ اور ساتویں دِن وہ لڑکا مَر گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 19۔ پر جب داؤد نے اپنے مُلازِموں کو آپس میں پُھسپُھساتے دیکھا تو داؤد سمجھ گیا کہ لڑکا مَر گیا۔ سو داؤد نے اپنے مُلازِموں سے پُوچھا کیا لڑکا مَر گیا؟ اُنہوں نے جواب دِیا مَر گیا۔ 20۔ تب داؤد زمین پر سے اُٹھا اور غُسل کر کے اُس نے تیل لگایا اور پوشاک بدلی اور خُداوند کے گھر میں جا کر سجدہ کِیا۔ پِھر وہ اپنے گھر آیا اور اُس کے حُکم دینے پر اُنہوں نے اُس کے آگے روٹی رکھّی اور **اُس نے کھائی**۔ 21۔ تب اُس کے مُلازِموں نے اُس سے کہا یہ کیسا کام ہے جو تُو نے کِیا؟ جب وہ لڑکا جیتا تھا تو تُو نے اُس کے لِئے **روزہ رکھا** اور روتا بھی رہا اور جب وہ لڑکا مَر گیا تو تُو نے اُٹھ کر **روٹی کھائی**۔"

بائبل کے ان اقتباسات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں سے پہلے اہل کتاب بھی روزے میں کچھ نہیں کھاتے تھے۔

سورۃ المریم آیت 26 کا شان نزول

قرآن کریم میں بہت سی آیات کا شان نزول یہ ہے کہ بائبل میں کچھ واقعات میں تحریف کردی گئی تھی ان واقعات کی تصیح کے لیے اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں آیات نازل فرمائی۔

اگر ہم انجیل میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کے حوالے سے دیکھیں تو اس طرح کا واقعہ سامنے آتا ہے۔

''لوقا: باب 2:1۔ اُن دِنوں میں اَیسا ہُوا کہ قَیصر اَوگوستُس کی طرف سے یہ حُکم جاری ہُوا کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لِکھے جائیں۔ 2۔ یہ پہلی اِسم نوِیسی سُوریہ کے حاکم کورِنیُس کے عہد میں ہُوئی۔ 3۔ اور سب لوگ نام لِکھوانے کے لِئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ 4۔ پَس یُوسُف بھی گلِیل کے شہر ناصرہ سے داؤُد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہُودیہ میں ہے۔ اِس لِئے کہ وہ داؤُد کے گھرانے اور اَولاد سے تھا۔ 5۔ تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حامِلہ تھی نام لِکھوائے۔ 6۔ جب وہ وہاں تھے تو اَیسا ہُوا کہ اُس کے وضعِ حمل کو وقت آ پہُنچا۔ 7۔ اور اُس کا پہلوٹا بیٹا پَیدا ہُوا اور اُس نے اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھّا کِیُونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔ 8۔ اُسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو مَیدان میں رہ کر اپنے گلّہ کی نِگہبانی کر رہے تھے۔ 9۔ اور خُداوند کا فِرشتہ اُن کے پاس آ کھڑا ہُوا اور خُداوند کا جلال اُن کے چَوگِرد چمکا اور وہ نہایت ڈر گئے۔ 10۔ مگر فِرشتہ نے اُن سے کہا ڈرو مَت کِیُونکہ دیکھو مَیں تُمہیں بڑی خُوشی کی بشارت دیتا ہُوں جو ساری اُمّت کے واسطے ہوگی۔ 11۔ کہ آج داؤُد کے شہر میں تُمہارے لِئے ایک مُنّجی پَیدا ہُوا ہے یعنی مسیح خُداوند۔ 12۔ اور اِس کا تُمہارے لِئے یہ نشان ہے کہ تُم ایک بچّے کو کپڑے میں لِپٹا اور چرنی میں پڑا ہُوا پاؤ گے۔۔۔۔۔۔۔''

اگر انجیل میں اس طرح کے واقعات پڑھنے کے بعد قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ انجیل کی تحریف کے بعد سورۃ المریم کی آیت 26 اور دیگر آیات کے ذریعے اس تحریف کی تصیح کی گئی ہے۔

''پس کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ آنکھوں کو پس اگر دیکھے تو آدمیوں میں سے کسی کو پس کہہ تحقیق میں نذر کیا ہے واسطے باری تعالیٰ کے روزہ پس ہرگز نہ بولوں گی میں آج کے دن کسی آدمی سے'' (26:19)

''پس اشارت کی طرف اس کی کہا انہوں نے کیونکر کلام کریں ہم اس شخص سے کہ ہے بیچ گود کے لڑکا (29:19)''

ان آیات سے ظاہر ہے کہ انجیل کے قصے میں تحریف کی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت مریم علیہ السلام اکیلی تھی اور پیدائش کے بعد بجائے مصر جانے کے سیدھی اپنی بستی میں واپس آ گئی تھیں۔ قرآن کی یہ آیات اس پس منظر میں نازل ہوئی تھی (میرے خیال کے مطابق کسی کا متفق ہونا ضروری نہیں) مگر اسے کچھ کج ذہن لوگ روزے کی طرف لے گئے اور روزے سے متعلق اصل آیات یعنی سورۃ البقرہ کی آیات 183، 184، 185 اور 187 سے روگردانی کرنے لگے۔